قرآنی تنبیہات میں اصلاحِ عقیدہ
(توحیدورسالت کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ)

Reformation in the Qur'anic Warnings (Research Study in the Context of Monotheism and Prophethood)

*ڈاکٹر نسیم محمود

**ڈاکٹر محمد ارشد

ABSTRACT

"Reformation of Belief in Qur'anic Warnings: A Study in Monotheism and Prophethood Perspective" is a topic which deals with different dimensions for the reconstruction and betterment of belief. This research paper is a study of Qur'anic instructions in warning mode related to the belief of the oneness of Allah Almighty, the refusal of polytheism, and the belief of prophethood. So, three major dimensions of Qur'anic warnings related to belief have been discussed in detail in this article. Many sub-topics related to the title have been elaborated in the light of Qur'anic verses. This article is an effort to study the divine teachings for the purification of human-believes related to Allah Almighty and His Prophet. Requirements for Monotheism, denial of polytheism, and teachings related to Prophethood and manner for dealing with him are the main theme of this research. Some recommendations also have been made for further research in this regard.

KEY WORDS: *Warning, Return, Customization, Prohibition, Almighty and Obedience.*

قرآن تمام انسانیت کے لئے بالعموم اور مسلمانوں کے لئے بالخصوص ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور انسانی زندگی سے متعلق کوئی پہلو ایسا نہیں جس کے بارے قرآن راہنمائی فراہم نہ کرتا ہو۔ تعلیماتِ قرآنی کی متعدد جہتوں میں سے ایک جہت قرآنی تنبیہات کی ہے جو کہ یقینی طور پر معاملات کے فہم اور تفہیم کا ایک اچھوتا انداز ہے اور قاری اس سے

* اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ عربی وعلومِ اسلامیہ، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، شکر گڑھ

فوری طور پر بات کی تہہ تک جا پہنچتا ہے۔ قرآن کی یہ تنبیہات کہیں تو اہل ایمان کے لئے ہیں اور کہیں منکرین اور اہل کفر کے لئے ہیں، پھر ان تنبیہات کا تعلق کہیں تو دنیوی فلاح و خسارہ سے ہے اور کہیں اخروی نجات اور ناکامی سے ہے۔ بہر حال معاشرتی اصلاح قرآن کا مقصدِ نزول ہے کہ اسی پر اخروی نجات اور دنیا میں انعاماتِ ربانی اور تائیدِ ایزدی کا انحصار ہے۔

یہ تحقیقی بحث قرآنی تنبیہات سے متعلق ہے اور لفظِ تنبیہ "نبہ" سے مشتق ہے جس کا معنی: القیام و الانتباہ من النوم"[1] کھڑا ہونا اور نیند سے بیدار ہونا" ہے اور تنبیہ کا معنی "الدلالة عما غفل عنه المخاطب"[2] مخاطب کو اس چیز سے متنبہ کرنا جس سے وہ غافل ہو چکا ہے"، اس اعتبار سے تاکید کرنا، چشم نمائی اور حکمی پیغام دینا[3] یا کسی کو روکنا اور ٹوکنا تنبیہ کہلاتا ہے[4] جبکہ وہ حروف جن کے ذریعے خبر دار کیا جائے، متنبہ کیا جائے یا ڈرایا جائے ان کو حروفِ تنبیہ کا نام دیا جاتا ہے[5]۔ اس لحاظ قرآن پاک میں عمومی طور پر "أَلَا، أَمَا اور هَا" تین حروف کا استعمال تنبیہ کے لئے ہوتا ہے،[6] ھا کا استعمال مخاطب کی تنبیہ کے لئے ہوتا ہے اور یہ درج ذیل چار اشیاء پر داخل ہوتا ہے[7]:

- اسمائے اشارہ پر جیسے ھٰذا، ھٰذہ، ھٰذان، ھاتان، ھؤلاء۔
- ضمیرِ رفع پر جیسے ھاانتم اولاء
- ماضی قریب پر جیسے ھا قد رجعت
- نداء میں ای کے بعد جیسے يَآ اَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ۔

اسی طرح یا بھی حرفِ تنبیہ میں شمار ہوتا ہے[8] اس کے علاوہ سیاقِ کلام اور ترہیب، زجر و توبیخ اور سزاؤں کا بیان بھی تنبیہ میں ہی شمار ہوتا ہے[9]۔ اس مقالہ میں اصلاح عقیدہ سے متعلق تنبیہات پر مشتمل آیاتِ قرآنی کو ذکر کر کے عقیدہ کی ان اہم جہات کا جائزہ لیا جائے گا جن میں انسانی اصلاح مقصود ہے اور غور کیا جائے گا کہ بعد از اصلاح انسانی زندگی پر ان کے کیا اثرات مترتب ہوتے ہیں اس ذیل میں جو جہات موضوعِ بحث ہوں گی وہ عقیدہ توحید، عقیدہ ردِّ شرک، عقیدہ رسالت ہیں۔ ذیل میں ان اہم امور پر تفصیلی غور کیا جاتا ہے:

عقیدہ کی اصلاح انسان کے اعمال کی قبولیت کا ذریعہ ہیں اور ان میں فساد اخروی ناکامی کا سبب ہے اللہ تعالیٰ کی یکتائی پر ایمان اور اس کے ساتھ شرک کی ہر نوعیت سے بچنا ہر انسان کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ ذیل میں تنبیہات قرآنی میں اصلاح کی اس جہت میں جن امور پر زور دیا گیا ہے ان کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

عقیدہ توحید کی اصلاح سے متعلق تنبیہات:

عقائد کی اصل عقیدہ توحید ہے جس میں فساد باقی تمام معاملات کو فاسد کر دیتا ہے۔ قرآن پاک میں بھی اس عقیدہ کی اصلاح اور پختگی پر زور دیا گیا ہے تاکہ عقیدہ سے متعلق باقی امور کی بھی اصلاح ہو سکے۔

عقیدہ کی اس جہت سے متعلق اہم امور پر غور ضروری ہے جو کہ ان اہم نکات کی صورت میں سامنے آتا ہے:

1. ایک اللہ پر ایمان لانا:

عقیدہ توحید کی اہم جہت ایک اللہ پر ایمان ہے اس اعتبار سے تمام انسانیت پر لازم ہے وہ اپنی ذات کے اعتبار سے ایک ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور الٰہ نہیں ہے اسی لئے تو فرمایا:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ[10]

"فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہے"

اس میں قل صیغہ امر ہے اور صیغہ امر تنبیہ کا ایک اسلوب ہے[11] جس کے ذریعے توحید پر ایمان رکھنے والے کو اس حقیقت کا درس دینا ہے کہ کائنات کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے معاملات و اختیارات میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے لہذا حساب کتاب اور جزاء و سزا کا معاملہ بھی اسی کے اختیار میں ہے اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کفار کی اخروی بربادی کی خبر دیتے ہوئے استفہامی انداز میں اپنی ذات کے وجود اور قدرت کے بارے فرمایا:

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ[12]

"ان کے رسولوں نے کہا کیا اللہ کے بارے میں شک ہے؟ جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ تمہیں اس لیے بلاتا ہے کہ تمہارے گناہ بخش دے اور تمہیں ایک متعین مدت تک مہلت دے۔ انہوں نے کہا تم ہمارے جیسے ہی بشر ہو، تم چاہتے ہو کہ ہمیں اس سے روک دو، جس کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے، پس ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ"

یہاں اللہ تعالیٰ کے وجود کی گواہی رسولوں کی زبانی دلوا کر اپنے وجود اور قدرت پر استشہاد کیا تا کہ اللہ کی وحدانیت پر ایمان کے بعد اس کے احکام کی اتباع کے ذریعے معاشرہ امن و آشتی کا مظہر بن جائے کیونکہ عقیدہ کی اس پختگی سے انسان کی اصلاح ہو گی اور اسی ایک مالک کی بندگی کی جائے گی جو بندگی کا اصل مستحق ہے۔

2. اعلانِ توحید:

اللہ تعالیٰ کی یکتائی پر صرف ایمان ہی ضروری نہیں بلکہ توحید سے متعلق آیات میں لفظِ قل کے ساتھ تنبیہ کی جا رہی ہے کہ صرف ماننا کافی نہیں بلکہ اس کا اعلان بھی ضروری ہے[13] اور یہ اعلان صرف آپ ﷺ ہی سے نہیں کروایا گیا بلکہ سابقہ انبیاء کرام کا بھی پہلا نعرہ یہی ہوتا تھا جس سے ان کے مشن اور تبلیغ کا آغاز ہوتا تھا۔ قرآن پاک حضرت ہود علیہ السلام کا اسی اعلانِ توحید کا معاملہ یوں بیان کرتا ہے:

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ [14]

"اور قوم عاد کی طرف انہی میں سے ہود علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے کیا تم ڈرتے نہیں؟"

یہاں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تمہارا معبود وہی ایک اللہ ہے اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں اس معاملہ میں تمہیں اللہ کا خوف محسوس ہونا چاہیئے اور اس کے علاوہ معبودانِ باطلہ کی نفی ہونی چاہیئے مگر جوابا قوم نے ان کو بیوقوفی کے جب طعنے دیئے اور جھوٹ آپ کی طرف منسوب کیا تو آپ نے واضح کیا کہ مجھے بیوقوفی کا عارضہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ اعلان کیا جا رہا ہے کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول بن کر تمہاری طرف آیا ہوں اور ساتھ ہی وارننگ بھی دے دی کہ یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ اپنے رب کا پیغام تم تک پہنچا رہا ہوں 15۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ عقیدہ کے اعتبار سے نہ صرف توحید کا اعلان ضروری ہے بلکہ مخالفت کی صورت میں اس پر ڈٹ جانا اور منکرین کو اس طرف مائل کرنے کے لئے دلائل کا طریقہ اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔ مزید یہ واضح کیا جا رہا ہے کہ اعلانِ توحید کے بعد اگر مخالفت، دشمنی اور طعنوں کا سامنا بھی کرنا پڑے تو استقامت کا مظاہرہ کرنا چاہیئے اور ان سارے باطل حربوں کا نہایت جرأت اور جوانمردی سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔

3. معبودانِ باطلہ سے بیزاری کا اظہار:

دامنِ توحید سے وابستگی کے بعد اگلا مرحلہ غیر اللہ سے بچنے اور ان کی عبادت و پرستش سے بیزاری کا اظہار کرنا ہے جو کہ ہر مومن پر لازم ہے اس لئے بروزِ قیامت مشرکین اپنے ان معبودانِ باطلہ سے بیزاری کا اعلان کریں گے اور اللہ کے حضور ان کی شکایت کریں گے کہ ہماری گمراہی کا اصل سبب یہی معبودانِ باطلہ ہیں چنانچہ اس معاملہ کی طرف متوجہ کرتے ہوئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ [16]

"اور مشرک جب اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے پروردگار یہی ہیں ہمارے وہ شریک جنہیں ہم تیرے علاوہ پکارا کرتے تھے پھر وہ انہیں جواب دیں گے کہ تم سراسر جھوٹے تھے"

اس سے یہ واضح کیا جا رہا ہے کہ ایک تو قیامت والے دن یہ جھوٹے معبود تمہارے کسی کام نہیں آئیں بلکہ الٹا تمہارے ہی خلاف گواہی دیں گے لہذا وہاں پشیمانی کی بجائے بہتر تم اسی دنیا میں ان سے بیزاری کا اعلان کر دو اور اپنی آخرت کو بچا لو ورنہ توحید سے دوری تمہیں برباد ہی کرے گی نجات کا اس میں قطعا گمان بھی نہیں ہے۔ جب بندہ ان

باطل معبودوں سے بیزاری کا اظہار کر دے گا تو اس کو خوف بھی صرف ایک اللہ ہی کا ہو گا لہذا وہ بندگی بھی اسی کی کرے گا اور دامنِ توحید سے وابستہ ہو کر لایعنی خطرات اور باطل عقائد سے بھی بچ جائے گا۔

4. اللہ تعالیٰ کو ہی قادرِ مطلق سمجھنا:

عقیدہ توحید کے جن پہلوؤں کی اصلاح مطلوب ہے ان ایک پہلو قدرت و اختیار کا ہے۔ اس بات کا اعتقاد لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی قادرِ مطلق ہے اور امورِ کائنات میں تصرف صرف اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اسی لئے تو انسانیت کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ[17]

"اے ایمان والو ایک مثال بیان کی جارہی ہے اس کو غور سے سنو۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن جن جو تم پکار رہے ہو وہ سارے کے سارے اکٹھے ہو کر ایک مکھی بھی نہیں پیدا کر سکتے اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اس سے واپس نہیں"

اللہ تعالیٰ کی یہی قدرت زمین و آسمان کی تخلیق میں بھی نظر آتی ہے جس کی گواہی قرآن نے بھی دی گئی ہے[18] کہ جب اس کے پاس پیدا کرنے کی طاقت و اختیار ہے تو امر کُن دفعتاً اس سب کو ختم بھی کر سکتا ہے کیونکہ اس ارادہ و قدرت کے لئے صرف امرِ کن ہی درکار ہے جس سے سارے کام ہو جاتے ہیں[19]۔ یہ وہ تمام حقائق ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ تخلیق و تصرف پر اس کے علاوہ کسی اور کا اختیار نہیں بلکہ ساری انسانیت بھی مل جائے تو ایک مکھی نہیں بنا سکتی اور پھر وہ اس سے کوئی چھینی ہوئی چیز بھی واپس نہیں لا سکتے۔ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ انسان کے پاس جب ذاتی طور پر اتنی معمولی سی بھی طاقت نہیں ہے تو پھر اسے اس ذات کی طرف ہیں متوجہ رہنا چاہئے جو ان تمام امور پر قادر ہے اور جب ایمان میں یہ پختگی آجائے گی تو ماسوا اللہ کے تمام خطرات مٹ جائیں گے پھر عبادت میں اخلاص بھی ہو گا اور اس کا انسانی معاشرے پر اثر بھی نظر آئے گا۔

5. ایک اللہ کی عبادت کی طرف توجہ:

عقیدہ توحید انسان کو ایک اللہ کی عبادت کی رغبت دلاتا ہے اور اس سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف توجہ دے، صیغہ امر استعمال کرتے ہوئے قرآن پاک نے اس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾[20]

"فرمادیجئے کہ بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں"

ان دونوں آیتوں میں درسِ اعلانِ توحید بھی ہے اور اسی کی عبادت کا اقرار بھی ہے کہ جب وہ سارے جہانوں کا پروردگار ہے تو مجھے بھی عبادات و معاملاتِ زندگی اسی کے لئے مختص کرنے چاہئیں کہ زندگی و موت کا مالک بھی تو وہی ہے لہذا اس کے علاوہ کسی اور کی طرف عبادت کی غرض سے توجہ کرنا اس کی ربوبیت و معبودیت کا انکار ہو گا اور یہی وہ بات ہے جس کو قرآن یوں بیان کرتا ہے:

وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ[21]

"اور مجھے کیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے"

پھر کلمہ امر کے ساتھ مزید تاکید و تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ[22]

"پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی دیجئے"

ان قرآنی آیات میں خاص طور پر اس معاملہ کی طرف متنبہ کیا گیا ہے کہ بعد از ایمان انسان کو ایک اللہ کی عبادت و بندگی کر کے اپنے ایمان کا ثبوت اور توحید پر ایمان کی پختگی کا عملی مظاہرہ بھی کرنا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل و احسان اس کے شاملِ حال رہے۔

6. انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف رغبت دلانا:

مومن کی ذمہ داری بنتی ہے کہ عقیدہ توحید کے تقاضوں کو پورا کرنے ہوئے دیگر انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف رغبت دلائے اور اس مقصد کے لئے کوشاں بھی رہے۔ کیونکہ عقیدہ توحید کو ماننے والا جھوٹے معبودوں کی پرستش گوارا نہیں کرتا بلکہ اس ضمن میں انسانیت کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے اور ہود علیہ السلام کا قومِ عاد میں اعلان اس کی واضح دلیل ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اس لئے کہ عبادت کا استحقاق اسی ذات کو ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ[23]

"اے ایمان والو اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے (لوگوں) کو پیدا کیا تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ"

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ[24]

فرمایا اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں"

ان دونوں آیتوں میں ایک اللہ کی عبادت کی طرف پوری انسانیت کی توجہ دلائی گئی اور ساتھ اس کی وجہ بھی بتادی کہ چونکہ پیدا کرنے والی وہ ذات ہے اس لئے عبادت کا استحقاق بھی اسی کا بنتا ہے اور اس کو چھوڑ کر کسی اور کی پرستش نہ صرف عقیدہ و بندگی میں خلل ڈالے گا بلکہ اس سے انسان کی زندگی معصیت والی ہو جائے جس سے اس کے باقی معمولات بھی متاثر ہوں گے لہذا فلاح ایک اللہ ہی بندگی میں نظر آتی ہے اسی لئے اس ک۔ے ساتھ پرہیز گاری کو وابستہ کیا گیا۔

7. حکومت و تخلیق کا مالک ماننا:

توحید پر ایمان کا ایک تقاضا یہ ہے کہ اسی ایک اللہ کو مقتدر و خالق تسلیم کیا جائے اور اس کے ساتھ اس معاملہ میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ چنانچہ اس کی حکومت واقتدار کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے تنبیہی انداز میں ارشاد فرمایا:

وَ لَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۟ کُلُّ شَیۡءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجۡھَہٗ ؕ لَہُ الۡحُکۡمُ وَ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۸﴾ [25]

"اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہرا، اس کی ذات کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے، اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم نے لوٹ کر جانا ہے"

اس آیت میں ایک تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف اشارہ ہے، دوسرا اس کی حکومت واقتدار اور تیسرا تخلیق و موت پر اسی کا اختیار و ملکیت کا ثبوت ہے اور اہم معاملہ جو یہاں بیان کیا جارہا ہے ہو یہ ہے کہ اس کے علاوہ سب کچھ فنا ہونے والا ہے اور بقاء صرف اسی ذات کو ہے تو جو باقی ہے قدرت واقتدار بھی لازمی طور پر اسی کے پاس ہی ہونا چاہئے۔ اس کی شانِ خلاقیت و حاکمیت کی طرف حرفِ تنبیہ کے ساتھ اعلان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ ۟ یُغۡشِی الَّیۡلَ النَّھَارَ یَطۡلُبُہٗ حَثِیۡثًا ۙ وَّ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ وَ النُّجُوۡمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمۡرِہٖ ؕ اَلَا لَہُ الۡخَلۡقُ وَ الۡاَمۡرُ ؕ تَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۵۴﴾ [26]

"بے شک تمہارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا اور پھر عرش پر استواء فرمایا، رات دن کو ڈھانپتی اور اس کے پیچھے دوڑے ہوئے آتا ہے، اور سورج، چاند اور ستارے اسی کے حکم کے تابع ہیں، خبر دار اسی کا کام پیدا کرنا اور حکم فرمانا ہے، اللہ برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے"

مزید استشہاد کرتے ہوئے فرمایا:

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَیَوْمَ یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ ۬ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ[27]

"اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو ٹھیک طور پیدا فرمایا اور اس دن جب کہ وہ کہے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گا، اس کی بات سچی ہے اور اسی کی بادشاہی ہے اس دن جب کہ صور پھونکا جائے گا، وہ غیب اور حاضر کو جاننے والا ہے اور حکمت والا باخبر ہے"

یہاں اللہ تعالیٰ کے خالق ومالک اور مقتدر ہونے کا واضح اعلان کیا جارہا ہے اور ان معاملات میں ہر قسم کے شریک کی نفی کی جارہی ہے کہ حاکم و قادر ومالکِ مطلق وہی ذاتِ کبریاء ہے اور وہی ساری کائنات کا خالق بھی ہے لہٰذا حکم بھی اسی کا چلے گا اور انسان تو انسان کائنات کے مظاہر بھی اسی کے قبضہ واختیار میں ہیں۔

8. متنازع امور میں اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ماننا:

اہل ایمان پر لازم ہے وہ اپنے تمام تر معاملات زندگی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مختص کردیں اور اختلاف ومنازعت کی صورت میں اپنی ہٹ دھرمی اور دھونس دھاندلی کی بجائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کو تسلیم کریں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ آجانے کے بعد اپنی انانیت کو دفن کردے اور شریعت کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کردے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا[28]

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، رسول ﷺ کی اور تم سے جو کوئی حکمران ہو اس کی اطاعت کرو، پس اگر کسی معاملہ میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہی اچھی بات اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہے"

اس آیتِ مبارکہ میں واضح کیا جارہا ہے کہ اللہ، اس کے رسول ﷺ اور حاکمِ وقت کی اطاعت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی فلاح اسی بات میں ہے متنازع امور پر مرنے مرانے کی بجائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کو ایسے معاملات میں تسلیم کرتے ہوئے معاشرتی فساد سے بچا جائے اور یہ فیصلہ برضا ورغبت قبول کرنا ایمان کا تقاضا قرار دیا گیا ہے پھر مزید اس کے اثرات کی طرف بھی اشارہ کردیا گیا کہ بہتر بات بھی یہی ہے اور ثمرات ونتائج کے لحاظ سے بھی یہی بہتر رویہ ہے بصورتِ دیگر دنیا وآخرت دونوں قسم کی بربادی، شرمندگی اور ناکامی کا سامنا کرنا ہوگا۔

9. بندوں کے حقوق کی ادائیگی:

جب یہ بات واضح ہے کہ جزا و سزا کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اسی انسان پر لازم کیا ہے کہ وہ اس جہانِ فانی میں اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کو یقینی بنائے اور ایک دوسرے کی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کا سامان کیا جائے اگر ایسا نہیں ہے عبادتیں بھی رائیگاں ہیں اور قرآن کی زبان میں دین کو جھٹلانا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ [29]

"کیا آپ نے اس کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ تہدید کے انداز میں ایسے نمازیوں کی سرزنش فرماتا ہے کہ جب معاشرہ میں افراد کی حق تلفی ہو اور دوسرے افراد کی ضروریات کسی انسان کے ساتھ وابستہ ہوں اور وہ ان کو پورا کرنے میں کوتاہی کرے تو اس کی عبادت بھی بے اثر بلکہ مسترد ہو جاتی ہے چنانچہ ایسی بے مقصد عبادت کرنے والوں کی سرزنش ان کی ہلاکت کی وعید کے ساتھ کرتے ہوئے فرمایا:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝ [30]

"پس ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں، جو دکھلاوا کرتے ہیں اور روزمرہ استعمال کی چیزوں سے منع کرتے ہیں"

اس آیت میں وعید روزمرہ معاملات میں ایک دوسرے کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے کی گئی اور ضرورت مندوں کو استعمال کی چیزیں نہ دینے پر ان کی نمازوں کو بھی دکھلاوا میں شامل کر لیا گیا جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی کا ایک انداز ہے۔ لہٰذا لازم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ پیار کرتے ہوئے اس کے حقوق ادا کئے جائیں اس پہلو کی وضاحت حدیث نبوی ﷺ سے یوں ملتی ہے:

"اے ابن آدم میں نے تم سے کھانا مانگا تھا مگر تم نے انکار کر دیا؟ بندہ عرض کرے گا باری تعالیٰ! میں بھلا کیسے آپ کو کھانا کھلاتا آپ تو خود ربّ العلمین ہیں (کائنات میں موجود لاتعداد مخلوقات کو اکیلے ہی کھانا کھلانے اور پالنے والے ہیں)، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میرے فلاں بندے نے تم سے کھانے کا سوال کیا تھا مگر تم نے انکار کر دیا اگر تم اسے کھانا کھلا دیتے تو اسے (اسکا اجر) میرے پاس پاتے۔ (پھر سوال ہو گا) اے ابن آدم میں پیاسا تھا اور میں نے تم سے پانی طلب کیا مگر تم نے نہ پلایا؟ بندہ عرض کرے گا باری تعالیٰ میں کیسے آپکو پانی پلاتا آپ تو ربّ العالمین ہیں (تمام انسانوں کو پانی پلانے والے ہیں اور روئے زمین میں پانی کے

خزانے آپکے پاس ہیں) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میر افلاں بندہ پیاسا تھا اور اس نے تم سے پانی طلب کیا تھا مگر تم نے نہ پلایا، اگر تم اس کو پانی پلاتے تو اسے (اجر) میرے پاس پاتے"[31]

اس حدیث میں انسان کی باز پرس کا معاملہ اپنے ساتھ وابستہ افراد کے حقوق کی عدمِ ادائیگی کی وجہ پیش آرہا ہے اور اگر وہ انسان ان حقوق کو ادا کرتا رہے تو مالک بھی ایسے انسانوں پر رحم فرمائے گا اور ان کو ان کے استحقاق سے زیادہ عطا فرماتا رہے گا جس کی وجہ سے معاشرہ ایک خوشحال معاشرہ بن جائے گا اور اس کے افراد سکون کی زندگی بسر کریں گے جس سے معاشرہ اصلاح کی ایک اعلیٰ مثال پیش کرے گا۔

معلوم ہوا کہ معاشرتی معاملات کی پختگی توحید پر ایمان کی پختگی ہے اور اس میں غفلت توحید کے تقاضوں سے بے اعتنائی ہے تبھی تو نماز جو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے اس کو بھی مسترد کیا جارہا ہے اور لفظ ویل کے ذریعے ان افرادِ معاشرہ کو تنبیہ کی گئی ہے جو حقوق العباد ادا نہیں کرتے یا اس میں غفلت برتتے ہیں۔

10. اللہ کی راہ میں خرچ کی ترغیب:

توحید پر ایمان اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا تقاضا بھی کرتا ہے۔ یہ خرچ کبھی تو تبلیغ واشاعتِ اسلام کی خاطر ہوگا اور غرباء ومساکین کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لئے ہوگا مگر بہر صورت یہ انفاق ضروری اور خاص طور اللہ کی رضا کی خاطر ہوگا کسی بھی قسم کا انکار، مفاد یا ریاکاری اس کے اجر کو ضائع کردے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اسحوالے سے فرمان ہے:

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ[32]

"خبر دار تم وہ لوگ ہو جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلائے جاتے ہو تو تم میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو کوئی بخل کرے گا تو وہ محض اپنے ہی ساتھ بخل کرے گا اور اللہ بے پرواہ ہے اور تم محتاج ہو اور اگر تم انکار کروگے تو وہ تمہیں کسی اور قوم سے بدل دے گا جو کہ تمھاری طرح نہی ہوں گے"

آیت کے الفاظ معاملہ کی نزاکت کو واضح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قطعا اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ اس کی مخلوق میں کوئی محتاج ہو اور مالدار اس کا خیال نہ رکھیں یا پھر جہاد اور تبلیغِ دین کے لئے مال کی ضرورت ہو مگر اس کے لئے خرچ نہ کیا جائے بلکہ کنجوسی سے کام لیا جائے اور اس کنجوسی کے معاملہ کو قرآن پاک میں خود ان ہی کے لئے نقصان دہ قرار دیا

کہ اس سے ایک تو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اجر و ثواب اور مال میں اضافہ کی ضمانت سے محروم ہو گئے اور دوسرا محتاجوں سے بے اعتنائی برت کر اور اشاعتِ اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر انفاق کی جو ان کی ذمہ داری بنتی تھی اس میں وہ کوتاہی کر کے اللہ کے غضب کو دعوت دے کر اپنی بربادی کا سامان کر گئے۔ اگر وہ ان مقاصد کے لئے اپنا مال خرچ کرتے تو اللہ ان کا کفیل بن جاتا مگر ان کا رویہ ان کو اس سعادت سے محروم کر گیا۔

11. ارتداد سے گریز:

اسلام قبول کرنے کے بعد اس سے برگشتگی کی اسلام اجازت نہیں دیتا کیونکہ اس سے باقی مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہونے کا خطرہ ہے اور باقاعدہ کفار نے یہ طریقہ سازش کے طور پر استعمال بھی کیا کہ صبح وہ اسلام قبول کرتے اور شام کو اس کا انکار کر کے منحرف ہو جاتے تاکہ ان کے دیکھا دیکھی باقی لوگ بھی اسلام کو چھوڑنے کا سوچیں۔ قرآن نے ارتداد کی صورت میں تنبیہ فرمائی کہ:

لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَھُوَ كَافِرٌ فَاُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ[33]

"اور یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر مقدور رکھیں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر (کر کافر ہو) جائے گا اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے اور یہی لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے"

اس طرح اللہ تعالیٰ ارتداد کی صورت میں آخرت کے سخت عذاب کی وعید سنا کر لوگوں کو اسلام پر قائم رہنے اور کفار کی سازشوں سے متنبہ رہنے کا حکم فرمایا تاکہ اسلامی معاشرہ کے افراد دین سے برگشتہ ہو کر اپنی عاقبت کو برباد کرنے کی کوشش نہ کریں۔

عقیدہ ردِّ شرک سے متعلق قرآنی تنبیہات:

شرک ایک ایسا معاملہ ہے جو خالقِ کائنات کے بارے انسان کے عقیدہ کو مکدر کر دیتا ہے اور اس کی آخرت کو برباد کر دیتا ہے۔ اس کی دنیوی زندگی بظاہر کتنی ہی اچھی کیوں نہ گذری ہو مگر اس کا شرک والا گناہ کبھی بھی معاف نہیں ہو گا جس کی وجہ سے اسے دائمی عذاب کا سامنا کرنا ہو گا اور اس کا اعلان خود اللہ تعالیٰ نے کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا[34]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو تو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے سوا جس (گناہ) کو چاہے گا معاف فرمادے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا"

اس آیتِ مقدسہ میں شرک کو نہ صرف ناقابلِ معافی گناہ قرار دیا بلکہ اس کو گمراہی کی جڑ بھی قرار دے دیا گیا اور اس کو دائمی عذاب کا ذریعہ بھی قرار دے دیا گیا۔

1. شرک کی حقیقت:

شرک ایک ایسا معاملہ ہے جو انسان کو دھوکہ میں رکھتا ہے اور اپنے غرور میں سرگردان اپنے رب سے دور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک میں اس حوالے سے ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ[35]

"اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے کریم رب سے غرور میں ڈال دیا ہے"

یہ دھوکہ اور غرور کا شاخسانہ ہی ہے کہ انسان اپنے رب سے دور ہو گیا اور لایعنی چیزوں کے سامنے سجدہ ریزیاں کر کے ذلیل و رسوا ہونے لگا۔ یقینی طور پر اس عمل سے وہ سب سے بڑے جرم کا مرتکب ہو رہا ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو فرمایا کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتا دوں تو انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

الاشراک باللہ وعقوق الوالدین[36]

"اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ شرک انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور کرنے ذریعہ بھی اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ سب سے بڑا اور ایسا گناہ ہے جس کی کوئی معافی تلافی نہیں ہے۔

2. شرک کا وبال:

شرک وہ جرم ٹھہرا جس کی معافی نہیں لیکن معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ اس کے وبال پر نظر دوڑائی جائے تو اللہ تعالیٰ نے لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو کی گئی نصیحت کا تذکرہ میں اس کو ظلمِ عظیم قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ[37]

"اور جب لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا بے شک شرک سب سے بڑا ظلم ہے"

اس آیت میں نہ صرف شرک سے بچنے کا حکم دیا جارہا ہے بلکہ اس کے وبال اور انجام کو بھی بیان کیا جارہا ہے کہ خود خالقِ کائنات نے اس کو ظلمِ عظیم قرار دیتے ہوئے قرآن پاک میں اس کا تذکرہ کر دیا ہے۔ مستزاد یہ کہ شرک ایک ایسا فعل قبیح ہے جس سے انسان کی زندگی بھر کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں اور وہ نیک اعمال کے اعتبار آنِ واحد میں تہی دامن ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی صراحت کرتے ہوئے فرمایا:

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [38]

"یہ اللہ کی ہدایت ہی ہے کہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے اس پر چلاتا ہے اور اگر یہ لوگ بھی شرک کرتے تو جو اعمال وہ کرتے رہے تھے وہ سب ضائع ہو جاتے"

اسی طرح ایک اور مقام پر آپ ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ [39]

"(اے حبیب ﷺ) یقیناً آپ کی طرف اور ان لوگوں کی طرف بھی جو آپ سے پہلے ہو گذرے ہیں وحی نازل کی گئی ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال ضرور ضائع ہو جائیں اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے"

معاملہ کی نزاکت کیا ہے تاجدارِ انبیاء کو مخاطب کر کے پوری انسانیت کو شرک سے گریزاں رہنے کی تلقین کی جارہی ہے اور اس کے لئے لامِ تاکید کا استعمال کر اس کی سنجیدگی کو واضح کیا جارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو شرک کتنا ناپسند ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن پاک کے ذریعے نبی کریم ﷺ کو تاکید کی گئی کہ:

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ [40]

"پس جب حرمت والے مہینے گذر جائیں تو مشرکین کا جہاں بھی پاؤ قتل کر دو اور ان کو پکڑ لو، انہیں گھیر لو اور ان کی تاک میں ہر جگہ بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگ جائیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے"

یہاں مشرکین کو قتل کرنے، ان کو قید کرنے، ان کا محاصرہ کرنے اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھنے اور اس طرح کے دیگر احکام واضح کرتے ہیں کہ شرک مذموم و مقہور ہے اور اسلام اس معاملہ میں سختی کا درس دیتا ہے اور اس کی

نحوست کا اندازہ امام ترمذی کی اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے جس میں وہ حضرت ثوبان سے مروی آپ ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ: "قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ میری امت کے قبائل مشرکین سے نہ جاملیں اور میری امت کے قبائل بتوں کی پرستش شروع نہ کردیں"[41]

ان تمام حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ دامنِ توحید وابستگی ہی اصل ہدایت ہے اور شرک زندگی بھر کی نیکیوں کو ضائع کرنے والا ہے لہذا ابقاء توحید کے عقیدہ میں ہے اس سے فرار اختیار کرنے والا اپنی بربادی کا سامان کرتا ہے وہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑتا۔

3. مشرکین سے براءت کا اعلان:

توبہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ گنہگاروں کے گناہوں سے اعراض کرتے ہوئے ان کی طرف نظرِ رحمت فرماتا ہے اور ان کے گناہوں کو معاف بھی فرمادیتا ہے اور ان کے بارے میں بات کرتا ہے تو فرماتا ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝[42]

"فرمادیجئے کہ اے میرے وہ بندو! جو اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا، بے شک وہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے"

لیکن اس کے برعکس جب مشرکین کی بات کی تو فرمایا:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّـــــُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝[43]

"وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کو نقصان پہنچاسکتے ہیں اور نہ ہی فائدہ دے سکتے ہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں، فرمادیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو وہ بتاتے ہو جو اسے آسمانوں اور زمینو میں معلوم نہیں وہ پاک ہے اور ان لوگون کے شرک سے بلند ہے"

یہاں مشرکین سے ایک طرح سے لاتعلقی کا اعلان بھی ہے اور ایک طرح سے ان ڈانٹا بھی جارہا ہے۔ یقینی طور پر جس سے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی نظر پھیر اس کی دنیاو آخرت دونوں برباد ہیں چہ جائیکہ اس سے لاتعلقی اور براءت کا اعلان کردیا جائے۔ لہذا ضروری ہے سنتِ ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے آج کا مسلمان مشرکین سے روابط بڑھانے کی بجائے ان سے لاتعلقی کا اعلان کردے۔ قرآن پاک ان کے اس لاتعلقی کے بیان کا تذکرہ یوں کرتا ہے:

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَاۤ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۷۹﴾ [44]

"پھر جب انہوں سورج کو چمکتے ہوئے دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے یہ بڑا ہے پھر جب وہ غائب ہو گیا تو فرمایا اے میری قوم میں ان سے بیزار ہوں جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو۔ سب سے یکسو ہو کر میں نے اپنے منہ کو اسی کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں"

ابراہیم علیہ السلام کا ایمان آج بھی امتِ مسلمہ سے تقاضا کر رہا ہے کہ یہود وہنود سے روابط منقطع کر کے اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے کوشش شروع کر دی جائے اور ہر قسم کے خطرات کو بالائے طاق رکھ شرک سے بیزاری کا اعلان کر دیا جائے اور ایک اللہ کی عبادت کی طرف متوجہ ہو کر تمام معبودانِ باطلہ کا رد کیا جائے۔

4. شرک سے گریز اخروی فلاح کی ضمانت:

ایمان لانے کے بعد شرک سے گریز اور اعمالِ صالحہ کا تسلسل انسان کی اخروی فلاح کا ضامن بن جاتا ہے۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور کامیابی کے خواہاں افراد کو توجہ دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا [45]

"بے شک تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، پھر جو کوئی اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھے تو اس کو چاہیئے کہ وہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ شرک سے گریز اور نیک اعمال میں انہماک انسان کے لئے آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ذریعہ بھی ہے اور کامیابی کی ضمانت بھی ہے۔ لہذا آج ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ شرکیہ رغبت والے تمام اعمال سے اعراض کر کے ایک اللہ کی عبادت کا تہیہ کریں اور اسی کی رضا کے لئے نیک اعمال میں مشغول رہیں۔

5. عقیدہ رد شرک کے تقاضے:

قرآنی تنبیہات کے تناظر میں جب عقیدہ رد شرک کے تقاضوں کا جائزہ لیا جاتا ہے تو درج ذیل اہم امور سامنے آتے ہیں جن پر سختی سے کاربند رہنے میں ہی فلاح ہے:

i. عبادت میں شرک سے گریز:

عبادت صرف ایک اللہ کی جائے اور اس میں کسی اور کو شامل کیا جائے اور اس کے بارے میں قرآن پاک کی واضح

ہدایت جو ملتی وہ ہے:

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ۙ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ[46]

"فرمادیجئے اے کافرو! میں اس کی پرستش نہیں کرتا جن کی تم کرتے ہو اور نہ ہی تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں کرتا ہوں"

بلکہ نجات اسی میں ہے ان تمام معبودانِ باطلہ کی پرستش سے لاتعلقی کا اعلان کرتے ہوئے ایک رب کی بندگی کا اقرار و اظہار کر کے قرآن کے اس فرمان پر عمل کیا جائے:

لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ[47]

"کہ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے"

ii. تخلیق و حکومت میں شرک سے گریز:

عقیدہ رد شرک کا ایک تقاضا یہ بھی ہے اللہ تعالیٰ ہی کو خالق و حاکم مانا جائے اور اس معاملہ میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ چنانچہ بندگی کے اس تعلق کو مضبوط بنانے کے لئے اہل ایمان کو متوجہ کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ وَالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ[48]

"اے ایمان والو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلوں کو پیدا فرمایا تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ"

بندگی کا تعلق جب مضبوط ہوتا ہے تو پھر کسی اور کی پرستش کا دل میں شائبہ بھی نہیں ہوتا اور اس کو چھوڑ کر کسی اور کو اس کا شریک بنا کر اس کی عبادت سے اعراض کرنے والوں کا انجام اور آخرت میں ان کے اپنے ان جھوٹے معبودوں پر غصہ اور ان کی اللہ تعالیٰ کے دربار میں گرفت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کہیں گے:

رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۤءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيۡنَ كُنَّا نَدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِكَ[49]

"اے ہمارے رب یہی ہمارے شریک ہیں جنہیں ہم تیرے علاوہ پکارا کرتے تھے"

اور پھر مخلوقات پر اپنے اختیار اور نفوذِ امر کا معاملہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: اَلَا لَهُ الۡخَلۡقُ وَالۡاَمۡرُ[50] "خبردار پیدا کرنے اور حکم دینے کا اختیار اسی کے پاس ہے" اور جب مکمل اختیار اسی کے پاس ہے تو نہ اس کے علاوہ حکم کسی کا ہے اور عبادت و بندگی کے لائق کوئی اور ذات ہے۔

iii. غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ کھانے سے گریز:

رد شرک کے عقیدہ کا ایک تقاضا یہ کہ حلال جانور صرف اللہ کے نام پر ذبح کئے جائیں اور اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر ان کو ذبح کیا گیا تو ایسے جانور کا کھانا حرام ہو جائے گا۔ اس کی صراحت قرآن پاک میں یوں ملتی ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ۭ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓي اَوْلِيٰۗـِٕــهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ؁ [51]

"اور اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو کیونکہ اس کا کھانا گناہ ہے اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں باتیں ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم نے ان کا کہامانا تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر خوراک کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے اعراض ہوا تو شرک کا ارتکاب ہو گا جو کہ عدمِ توبہ کی صورت میں کبھی بھی معاف نہیں ہو گا۔

iv. تحریم میں شرک سے گریز:

جو حرمتیں اللہ تعالیٰ کے لئے مختص ان کو کسی اور کے ساتھ خاص کرنا شرک ہو گا اور اس قسم کی تخصیصات سے بچنا عقیدہ رد شرک کا تقاضا ہے قرآن پاک کا اس حوالے سے فرمان ہے:

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَاۗىِٕنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَاۗىِٕهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰي شُرَكَاۗىِٕهِمْ ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ؁ [52]

"اور وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مویشیوں میں سے ایک حصہ ان کے لئے مقرر کرتے اور اپنے گمان کے مطابق کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا حصہ ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا حصہ ہے پھر جو حصہ ان کے شریکوں کا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں جا سکتا پھر جو حصہ اللہ کا ہے وہ ان کے شریکوں کو جا سکتا ہے، کتنا برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں"

اس آیت میں کھیتیوں اور جانوروں میں صدقہ اور نذر نیاز اسی طرح اللہ کے شریکوں کے لئے نکالنے کا معاملہ بیان ہو رہا ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نکالتے ہیں۔ تو جو تخصیص وقف اور حرمت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص تھی وہی ان معبودانِ باطلہ کے ساتھ خاص کر دی گئی جس سے یہ وقف شدہ کھیتی یا جانور عملِ شرک کے ارتکاب کا ذریعہ بن گیا ایسے عمل سے بچنا عقیدہ رد شرک کا تقاضا ہے اور سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ کے الفاظ اس معاملہ کی تنبیہ کی گئی ہے۔

v. قتلِ اولاد سے گریز:

مشرکین اپنے باطل معبودوں کی خوشنودی کے لئے اپنی اولادوں کو قتل کر دیتے تھے جس کی طرف متنبہ کرتے ہوئے قرآن پاک نے فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ [53]

"اور اسی طرح ان کے خیال میں بہت سے شریکوں نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو خوشنما بنادیا ہے تاکہ وہ ان کو ہلاکت میں ڈال دیں اور ان پر ان کے دین کو مشتبہ بنادیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے لہذا انہیں اور ان کے اس افتراء کو چھوڑ دو جو وہ کرتے ہیں"

اس میں سرزنش کے اندز میں ان سے بے اعتنائی برتنے کا حکم دیا جارہاہے اور ان کے عقیدہ کا افتراء اور محض گمان قرار دیتے ہوئے اس سے بچنے کا درس دیا جارہاہے اور واضح کیا جارہا کہ ایسا طریقہ قتلِ ناحق اور اولادکشی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

vi. <u>جانوروں کی حرمت میں تخصیص سے گریز:</u>

بعض اوقات جانوروں کی حرمت کے حوالے بعض امور کو مخصوص کردیا جاتاہے جو کہ شریعت سے اعراض اور تصادم کی صورت اختیار کرجاتاہے جیسا کہ قرآن پاک میں اسی ذیل میں جاہلیت کے کچھ معاملات بیان فرمایا گیا کہ:

وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَ اَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَ اَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَ قَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَ مُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾ [54]

"انہوں نے کہا کہ یہ جانور اور کھیتیاں ہیں جو کہ روک دی گئی ہیں ان کے خیال کے مطابق ان کو صرف وہی کھا سکے گا جسے ہم چاہیں گے، کچھ جانور ہیں کہ جن پر سواری حرام کردی گئی اور کچھ جانور ہیں کہ جن پر وہ اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے، یہ سب من گھڑت چیزیں ہیں عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں اس کی سزا دے گا جو وہ افتراء کرتے رہے۔ پھر انہوں نے کہا ہے کہ ان جانوروں کے پیٹوں میں جو کچھ ہے وہ ہمارے مردوں کے لئے خاص ہے مگر ہماری عورتوں پر حرام ہے اور وہ مردہ پیدا ہوا تو اس کے کھانے وہ دونوں برابر ہیں، اللہ عنقریب انہیں ان کرتوتوں کی سزا دے گا بے شک وہ حکمت والا جاننے والا ہے"

ان دونوں آیتوں میں مشرکین کے متعدد طریقوں کا تذکرہ کرکے قرآن پاکنے سب کو باطل قرار دے کر اس عقیدہ کے پیروکاروں کو سزا کا مستحق ٹھہرایا جو کہ تنبیہ کا واضح اندازہے اور اس عقیدہ سے انکار کو لازم قرار دیا۔ لہٰذا یہ ماننا لازم ٹھہرا کہ جانوروں اور زرعی اجناس کو کسی کے مخصوص کرنا، مخصوص جانوروں پر سواری کو ناجائز وحرام

سمجھنا، عند الذبح کسی بھی جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لینے کا عقیدہ رکھنا، کچھ جانوروں کو مردوں کے حلال اور عورتوں کے حرام سمجھنا سب لغویات اور من گھڑت چیزیں ہیں اور ان سب کا بطلان ایک مسلمان کے عقیدہ کا تقاضا ہے بصورتِ دیگر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعیدیں ان نظریات کے حاملین کے لئے موجود ہیں۔ اسی طرح جاہلیت میں مشرکین کے ایک اور طریقے سے بچنے کا حکم دیتے ہوئے قرآن مسلمانوں سے یوں مخاطب ہوتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْيَ وَ لَا الْقَلَآىِٕدَ وَ لَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا[55]

"اے ایمان والو نہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو حلال سمجھو، نہ حرمت والے مہینوں کو، نہ حرم میں قربان ہونے والے جانوروں کو، نہ ان جانوروں کو جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوئے ہیں اور ان کو حرم کی طرف اپنے رب کا فضل اور خوشی تلاش کرنے کی غرض سے آنے والے ہیں ان کو حلال سمجھو"

اس آیت کے مطابق اگر کوئی شخص کسی جگہ یا کسی جانور کو حرمِ مکہ یا حرمِ مدینہ، قربانی کے جانوروں اور شعائر اللہ کی حرمت کے مماثل جانے، بعض مقامات کی اسی طرح تعظیم کرے جیسے کعبہ کی جاتی ہے یا کسی اور مقام کا طواف کرے یا پھر مسجدِ نبوی میں ریاض الجنۃ جیسی فضیلت یا تحریم کسی اور جگہ کے لئے ثابت کرے یا اس کا عقیدہ رکھے تو شرک فی التحریم کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ قرآن پاک اس طرح کے تنبیہی احکام کے ذریعے معاشرہ میں عقیدہ کی اصلاح کا سامان کیا گیا ہے تاکہ لوگ اپنے دامن کو توحید کے دامن میں پرو کر شرک کی آلائشوں سے بچا لیں اور دارین کی فلاح حاصل کر سکیں۔

عقیدہ رسالت سے متعلق تنبیہات:

عقیدہ توحید اور ردشرک کے بعد رسالت کا عقیدہ اسلامی عقائد میں سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے کیونکہ انبیاء و مرسلین کے توسط سے ہی اللہ تعالیٰ اپنا پیغامِ ہدایت اپنی مخلوق تک منتقل فرماتا ہے ورنہ انسان کی اللہ تعالیٰ تک رسائی ناممکن ہے۔ قرآنی تنبیہات کے اس گوشہ پر جب غور کیا جاتا ہے تو اصلاح معاشرہ کی درج ذیل جہتیں سامنے آتی ہیں:

1. اطاعت کا لزوم:

انبیاء کی بعثت کا مقصد ان کی اطاعت کر کے اپنی عاقبت کو سنوارنا ہے اور مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے تمام تر معاملات کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں لے آؤ چنانچہ ارشاد فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ[56]

"اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اور جو تمہارا حکمران ہو اس کی اطاعت کرو پس اگر کسی معاملہ میں تمہارا جھگڑا ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لے آؤ"

ایسا کرنے سے ان کا تصفیہ بھی ہو جائے گا اور اللہ اس کے رسول ﷺ کی اطاعت بھی ہو جائے گی جو کہ انسانی معاشرہ کی فلاح کا اہم ذریعہ ہے۔

2. دعوت پر لبیک کہنا:

رسالت پر ایمان کا تقاضا ہے کہ رسول ﷺ کی پکار پر فوری لبیک کہا جائے اور حکم کی اطاعت میں ذرا بھی تاخیر نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کہنے کے اس معاملہ کو اپنی پکار پر لبیک کہنا شمار کرتے ہوئے فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ [57]

"اے ایمان والو اللہ اور رسول ﷺ کا حکم مانو جب کہ وہ تمہیں اس طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان آڑ بن جاتا ہے اور بے شک تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے"

اس آیت میں نکتے کی بات یہ کہ جب بلاوے پر لبیک کہنے کی بات کی بلاوے کے لئے اللہ اور رسول دونوں کے لئے صیغہ واحد کا استعمال کیا تا کہ یہ واضح ہو جائے ب کہ شریعت کے معاملہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ دونوں کے احکام کی اتباع ایک ہی انداز میں لازم ہے۔ چنانچہ ایسی اتباع کا جذبہ جب پیدا ہو جائے اور بیوی سے مجامعت کے بعد حضرت حنظلہ بغیر غسل کئے ہی جہاد کی پکار پر نکل کھڑے ہوں کہ غسل کے چکر میں کہیں پکار پر لبیک کہنے میں تاخیر نافرمانی نہ بن جائے اور وہ میدانِ جنگ میں شہید ہو جائیں اور ان کو غسل فرشتوں سے دلوا کر انعام بھی دنیا والوں کو دکھا دیا جاتا ہے [58] اور واضح کر دیا جاتا ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کہنے والے کو اگر غسل کی حاجت ہو اور اسی اتباع میں شہید ہو جائے تو اللہ اسے دنیا میں پاک کر کے سفر آخرت کے لئے تیار کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ [59]

"رسول ﷺ کے بلاوے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے جیسا نہ سمجھو، اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو چھپ چھپ کر کھسک جاتے ہیں، سو جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اس سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی آفت آن پڑے یا ان کو دردناک عذاب آلے"

ان دونوں آیات کا مطالعہ بتاتا ہے رسول ﷺ کی پکار پر فوری لبیک کہنا اللہ کی رحمتوں کے نزول اور بخشش و مغفرت کا ذریعہ بنتا ہے جب کہ اس میں کوتاہی مصیبتوں اور عذاب میں مبتلا ہونے کا ذریعہ۔ اسلئے رسالت پر ایمان رسالت مآب کے اشارہ ابرو پر سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہنا ہے نہ کہ لیت و لعل یا حیل و حجت سے کام لینا۔

3. شرعی انذار و تبشیر کا لحاظ:

اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو دنیا میں اپنے دین کی تبلیغ، اطاعتِ احکامِ شریعت پر اخروی نجات و بلندی درجات کی نوید اور نافرمانی اور ارتکابِ گناہ کی صورت میں عذاب کی وعید سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ کے اس مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيۡرًا ۝٣٥ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيۡرًا ۝٣٦ [60]

"اے نبی ﷺ بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا، ڈرانے والا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور سرج منیر بنا کے بھیجا ہے"

اس آیتِ مقدسہ میں تنبیہ کا انداز انسانوں کو آپ ﷺ کے مرتبہ و مقام کو پہچان کر اس کے مطابق اطاعت کا معاملہ کرنے کا درس ہے۔ اگر انسان بالعموم اور مسلمان بالخصوص آپ ﷺ نے ان مناصب کو سامنے رکھتے ہوئے آپ ﷺ کے ہر حکم کی تعمیل اور آپ ﷺ کے اسوہ کے مطابق زندگی بسر کریں گے تو معاشرہ تمام تر قباحتوں سے پاک ہو جائے گا اور اطاعتِ دین اور اعمالِ صالحہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا مرکز بن جائے گا۔

4. سابقہ اقوام کے رویہ سے گریز:

اللہ تعالیٰ نے سابقہ اقوام کا انبیاء کرام کے ساتھ جو رویہ تھا اس کی وضاحت فرماتے ہوئے اس قوم کو متنبہ کیا ہے کہ دیکھنا ان کی روش اختیار نہ کرنا چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ نَبَؤُا الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوۡدَ ۛ وَ الَّذِيۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ۛ لَا يَعۡلَمُهُمۡ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَرَدُّوۡۤا اَيۡدِيَهُمۡ فِىۡۤ اَفۡوَاهِهِمۡ وَ قَالُوۡۤا اِنَّا كَفَرۡنَا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِىۡ شَكٍّ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَنَاۤ اِلَيۡهِ مُرِيۡبٍ ۝٩ [61]

"کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے، نوح کی قوم، عاد، ثمود اور ان کی جو ان کے بعد تھے، جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان کے رسول ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے چہروں پر رکھ لیے اور کہنے لگے بیشک ہم اسے نہیں مانتے جو تم دے کر بھیجے گئے ہو اور بیشک ہم اس چیز کے بارے میں جس کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو ایک اضطراب میں ڈالنے والے شک میں مبتلا ہیں"

اگر ان جیسا رویہ اختیار کیا جائے تو لازمی طور پر ان جیسے انجام کا بھی سامنا کرنا پڑے گا اس لئے اس رویہ سے گریز کا حکم دے دیا۔

5. معاملات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے بڑھنے سے گریز:

رسول ﷺ کا یہ مقام ہے کہ معاملاتِ زندگی ان کی اتباع میں سرانجام دئے جائیں اور کسی بھی صورت ان سے اعراض وانحراف اور پیش قدمی سے گریز کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کو تنبیہی انداز میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ [62]

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے"

اس ذیل میں ایک تنبیہ فرمائی کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ [63]

"اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے، اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول ﷺ بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے"

یہاں ایک تو رسول کے منصب کا مقصد بھی بیان کر دیا، ان کی اطاعت کی تنبیہ کے ساتھ ساتھ خاص طور پر آپ ﷺ کی اپنی امت پر نوازش کو بیان فرما دیا کہ دامن مصطفی ﷺ سے وابستگی اصلاح احوال کا ذریعہ اور گناہوں کی بخشش کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کا بھی ذریعہ ہے۔

6. ادب واحترام کا اہتمام اور بے ادبی کے شائبہ سے گریز:

رسالت پر ایمان کا تقاضا ہے نبی کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھا جائے کوئی ایسا عمل نہ کیا جائے جس سے بے ادبی کا شائبہ بھی پیدا ہوتا ہو اس ضمن میں قرآن پاک نے جن امور کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا ان میں بعض درج ذیل ہیں:

i. پکار میں ادب کا پاس:

قرآن مجید میں اس ضمن میں اہلِ ایمان کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ[64]

"اے ایمان والو! رَاعِنَانہ کہو بلکہ اُنظُرنَا کہو اور سنو کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ رسول ﷺ کی توجہ حاصل کرنے کے لئے ایسے لفظ کا استعمال جس میں بے ادبی کا شائبہ ہو اس کا استعمال قرآن نے حرام قرار دیا ہے کیونکہ صحابہ تو توجہ حاصل کرنے کے لئے راعنا کا لفظ استعمال کرتے تھے مگر منافق شرارت کرتے ہوئے اس کو لمبا کر کے راعینا کہہ کر پکارتے تھے اور اللہ نے اس لفظ کا استعمال ہی حرام کر دیا اور ساتھ وارننگ بھی دے دی اگر حکم ملنے کے باوجود اس لفظ کا استعمال کروگے تو کافر ہو جاؤ اور دردناک عذاب تمہارا مقدر بن جائے گا۔

ii. کثرتِ سوال سے گریز:

بعض لوگوں کو غیر ضروری سوالات کی عادت ہوتی ہے لیکن بارگاہِ رسالت کا ادب سکھاتے ہوئے قرآن پاک نے مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَاۗءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿١٠١﴾[65]

"اے ایمان والو ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور یہ باتیں ایسے وقت میں پوچھو گے جب کہ قرآن نازل ہو رہا ہو تو تم پر ظاہر کر دیا جائیں گی،(گذشتہ سوالات) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے معاف کر دئے ہیں اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا بردبار ہے"

اس آیت میں درس ہے کہ معاملاتِ شریعت میں آپ ﷺ سے زیادہ سوالات نہ کئے جائیں کیونکہ کثرتِ سوال وجوبی احکام کے نزول کا سبب بن سکتے ہیں جیسا کہ اگلی آیت میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور خود آپ ﷺ نے حج کے بارے ہر سال فرضیت کا سوال کرنے والے کو تنبیہ فرماتے ہوئے زیادہ سوالات پوچھنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو یہ ہر سال ہی فرض ہو جاتا[66]۔

iii. بغیر اجازت جانے کی ممانعت:

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی کام یا مہم میں مشارکت کے دوران ادب کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کے پاس سے

اجازت لئے بغیر نہ جایا جائے بلکہ کام ہو تب بھی اجازت ملے تو تب جایا جائے ورنہ آپ کا ساتھ چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ قرآن پاک اس حوالے سے مسلمانوں کو یوں متنبہ کرتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾ [67]

"مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاتے ہیں اور جب کسی جمع ہونے والے کام رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے ہیں تو آپ سے اجازت لئے بغیر نہیں جاتے، یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں تو (اے حبیب ﷺ) جب یہ آپ سے اپنے کسی کام کی غرض سے اجازت مانگیں تو آپ ان میں سے جس کو چاہیں اس کو اجازت دے دیں اور ان کے لئے استغفار کیجئے بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے"

اس آیت میں مسلمانوں کو آدابِ نبوی سکھائے گئے اور آپ ﷺ کو امت کے ساتھ شفقت کا حکم دیا گیا مگر اختیار پھر بھی آپ کو دیا گیا کہ جس کو چاہیں اس کو اجازت دے دیں اور ساتھ ان کے لئے استغفار بھی کیجئے کہ ان کی اجازت مانگنے کی جسارت سے کہیں اللہ تعالیٰ ان سے ناراض نہ ہو جائے اور ان چیزوں کو پھر ایمان کے ساتھ بھی اٹیچ کیا تاکہ مسلمانوں کو بارگاہِ نبوی کا ادب ملحوظ رہے۔

iv. نجی زندگی میں بھی ادب کی پاسداری:

روزمرہ کے معاملات میں بسا اوقات بے تکلفی میں ایک دوسرے کے گھر آنے جانے، دعوتوں اور ایک دوسرے کے گھر دیر تک بیٹھے رہنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی جاتی لیکن قرآن پاک نے ان چیزوں میں نبوی حیثیت کا خیال رکھنے کی تنبیہ فرمائی۔ اس ذیل میں ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــَٔـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ [68]

"اے ایمان والو نبی کے گھر میں داخل نہ ہونا مگر اس وقت جب تمہیں کھانے کے لئے بلایا جائے نہ کہ اس کی تیاری کا انتظام کرتے ہوئے، لیکن جب تمہیں بلایا جائے تب داخل ہوں پھر

جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جاؤ نہ کہ باتیں کرنے کے لئے جم کر بیٹھے رہو بے شک یہ بات نبی کو تکلیف دیتی ہے اور وہ تم سے حیاء کرتے ہیں (کہ تمہیں چلے جانے کا کہیں) لیکن اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے حیاء نہیں فرماتا اور جب نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگا کرو یہ تمہارے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے اور ان کے دلوں کے لئے بھی اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم نبی کو ایذاء دو اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ آپ ﷺ کے بعد آپ کی بیویوں نکاح کرو، بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے"

اس آیت میں آپ ﷺ کے ادب کے حوالے سے درج ذیل امور کو بیان کیا گیا ہے:

- نبی کریم ﷺ کے گھر آپ ﷺ کی اجازت کے بغیر نہ جایا جائے؛
- آپ ﷺ کے گھر بعد از اجازت تب جایا جائے جب کھانے پر بلایا جائے نہ کہ پہلے وہاں جا کر بیٹھا جائے؛
- دعوت پر کھانا کھانے کے بعد آپ ﷺ کے دولت کدہ پر بات چیت کے لئے نہ بیٹھا جائے بلکہ رخصتی کی اجازت لئے بغیر ہی چلے جایا جائے؛
- آپ ﷺ کے دستر خوان پر بیٹھ کر برتنوں کو نہ جھانکا جائے جس طرح کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے؛
- ازواجِ مطہرات سے ضرورت کی کوئی چیز لینا مقصود ہو تو پردہ کے پیچھے رہ کر مانگا جائے اور حرمِ رسول ﷺ کی حرمت کا خیال رکھا جائے؛
- نگاہ اور دل کی طہارت کا سامان کیا جائے اور کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو رسول اللہ ﷺ کے لئے اذیت کا باعث بنے؛
- رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج سے نکاح نہ کرو کیونکہ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ[69] کے تحت وہ مومنوں کی مائیں ہیں جن کے ساتھ نکاح حرام ہوتا ہے۔
- رسالت پر ایمان کے بعد ان امور کی پاسداری ایمان کا تقاضا ہے اگر ان میں سے کسی معاملہ میں بھی کوتاہی ہو گئی تو سب کچھ ضائع ہو جائے گا۔ اصحابِ رسول ﷺ کی تعلیم کے ذریعے امت کو مقامِ نبوت سے آگاہ کیا گیا اور تا قیامت اس کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

خلاصہ بحث:

اس مقالہ میں لفظِ تنبیہ کی وضاحت کرتے ہوئے قرآن پاک میں عقائد میں عقیدہ توحید و رسالت سے متعلق تنبیہ کی تین جہات توحید، رد شرک اور عقیدہ رسالت کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔ پھر ان سے متعلق تنبیہات کو ذیلی عنوانات کے تحت ان سے متعلق اہم امور اور تقاضوں کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ ان تمام امور قرآنی آیات کے حوالے

سے بیان کیا گیا ہے اور بالخصوص ان آیات کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے جن میں تنبیہ کا پہلو پایا جاتا ہے تاکہ ان تنبیہات کے ذریعے ان عقائد سے متعلق احکام کی پہچان کر کے اپنی زندگیوں پر لاگو کیا جائے۔

تجاویز و سفارشات:

اس تحقیقی بحث کے بعد درج ذیل اہم امور کا ذکر ضروری ہے جن کا عملی تحقیقی دونوں اعتبار سے پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ:

- قرآن میں تنبیہات کی مختلف جہتوں کا مطالعہ کر کے عملی اقدام کے لئے ملت کے افراد کی تربیت کی جائے۔
- محققین اصلاحِ احوال سے متعلق موضوعات کا انتخاب کر کے مسلم قوم کی نشاطِ ثانیہ کے لئے کام کریں تاکہ اخلاقی قباحتیں جو مجموعی طور پر مسلم قوم میں رچ بس چکی ہیں ان سے بچاؤ کا سامان کیا جاسکے۔
- قرآن پاک کتابِ ہدایت ہے لہذا اس میں اصلاحِ معاشرہ کی جہتوں کا انتخاب کر کے نوجوان نسل کی اصلاح کیلئے لٹریچر تیار کیا جائے تاکہ نوجوانوں کی اصلاح کا سامان کر کے ان کو معاشرے کا کارآمد فرد بنایا جاسکے۔
- تنبیہاتِ قرآنی کا ایک نصاب متعین کر اصلاحی پہلوؤں پر تدریس، تقریر اور تحریر کے ذریعے اصلاحِ احوال کی طرف توجہ دی جائے۔

حواشی و حوالہ جات

1۔ زبیدی، ابوالفیض مرتضیٰ، تاج العروس من جواھر القاموس، فصل النون، دارالھدیۃ، بیروت، 3/517

2۔ جرجانی، علی بن محمد بن علاؤالدین، التعریفات، باب التاء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1/67

3۔ ازدی، ابو بکر محمد بن الحسن بن درید، جمھرۃ اللغۃ، دار علم للملایین، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، 1987م، 2/485

4۔ عضیمہ، محمد بن عبد الخالق بن علی، المغنی فی تصریف الافعال، دارالحدیث، القاھرۃ، الطبعۃ الثانیۃ، 1420ھ-1999م، 2/158

5۔ ثعلب، احمد بن یحیٰ بن زید بن سیار، قواعد الشعر، مکتبۃ الخانجی، القاھرۃ، الطبعۃ الثانیۃ، 1995م، 2/145

6۔ نہاوندی الزجاجی، عبدالرحمٰن بن اسحاق، حروف المعانی والصفات، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، 1984م، 3/145

7۔ الغلایینی، شیخ مصطفیٰ، جامع الدروس العربیۃ، المکتبۃ العصریۃ، بیرات، 1415ھ-1994م، 3/260-261

8۔ حوالہ سابقہ، 3/262

9۔ https://www.almaany.com/ur/dict/

10 ۔ الاخلاص:112/1
11 ۔ لؤی الطیبی، اسالیب التنبیہ، شبکۃ الفصیح لعلوم اللغۃ العربیۃ:www.alfaseeh.com/vb/archive/index
12 ۔ ابراھیم:14/10
13 ۔ الاخلاص:112/1
14 ۔ الاعراف:7/65
15 ۔ ایضا،66-68
16 ۔ النحل:16/86
17 ۔ الحج:22/73
18 ۔ الانعام:6/73
19 ۔ یٰسین:36/82
20 ۔ الانعام:6/162-163
21 ۔ یٰسین:36/22
22 ۔ الکوثر:108/2
23 ۔ البقرۃ:2/21
24 ۔ الاعراف:7/65
25 ۔ القصص:28/88
26 ۔ الاعراف:7/54
27 ۔ الانعام:6/73
28 ۔ النساء:4/59
29 ۔ الماعون:107/1
30 ۔ الماعون:107/4-7
31 ۔ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، تحقیق محمد فواد عبد الباقی، کتاب البر والصلۃ والآداب، فصل عیادۃ المریض، رقم الحدیث:2569، داراحیاء التراث العربی، بیروت۔
32 ۔ محمد:47/38
33 ۔ البقرۃ:2/217
34 ۔ النساء:4/116
35 ۔ الانفطار:82/6
36۔ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، تحقیق: محمد زھیر بن ناصر الناصر، کتاب الشھادات، باب ما قیل فی شھادۃ الزور، رقم الحدیث:2654، الطبعۃ الاولیٰ، 1422ھ، دار طوق النجاۃ، 3/172

37۔ لقمان، 13:31

38۔ النعام، 88:6

39۔ الزمر، 65:39

40۔ التوبۃ، 5:9

41۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، تحقیق: محمد محی الدین عبد الحمید، کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلھا، رقم الحدیث: 4252، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، 4/97؛
ابن ماجۃ، ابوعبد اللہ محمد بن یزید قزوینی، السنن، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی، کتاب الفتن، باب مایکون من الفتن، رقم الحدیث: 3952، داراحیاء الکتب العربیۃ، 2/1304

42 ،الزمر، 53:39

43۔ یونس، 18:10

44۔ الانعام، 6:78-79

45۔ الکھف، 110:18

46۔ الکافرون، 109:1-2

47۔ ایضا: 5

48۔ البقرۃ، 21:2

49۔ النمل، 86:16

50۔ الاعراف، 54:7

51۔ الانعام، 121:6

52۔ الانعام، 136:6

53۔ ایضا: 137

54۔ الانعام، 6:138-139

55۔ المائدۃ، 2:5

56۔ النساء، 59:4

57۔ الانفال، 24:8

58۔ بیہقی، احمد بن حسین بن علی، تحقیق محمد عبد القادر عطا، السنن الکبریٰ، جماع ابواب الشھید ومن یصلی علیہ، باب الجنب یستشھد فی المعرکۃ، رقم الحدیث: 6814، الطبعۃ الثالثۃ، 1428ھ-2003م، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 4/22

59۔ النور، 63:24

60۔ الاحزاب، 33:45-46

61۔ ابراھیم، 9:14

62 ۔الحجرات،1:49

63 ۔النساء،64:4

64 ۔البقرۃ،104:2

65 ۔المائدۃ،101:5

66 ۔مسلم،الجامع الصحیح،کتاب الحج،باب فرض الحج مرۃ فی العمر،رقم الحدیث:2،1337/ 975

67 ۔النور،62،24

68 ۔الاحزاب،53:33

69 ۔الاحزاب،6:33